Vol.4 No.2 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

قیوم نظر کی نظم گوئی: ایک تجزیاتی مطالعہ

محمد اشرف

پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، بہاءالدین زکریایونیورسٹی ملتان

ashrafmalik8033@gmail.com

ڈاکٹر محمد آصف

استاد شعبہ اُردو، بہاءالدین زکریایونیورسٹی ملتان

asif7475@hotmail.Com

Abstract:

The purpose of the present article is to analyze the phenomenon of the ever-changing literary and everyday world in Qayoum Nazar's modern poetry. As a leading poet of Halqa Arbab-e-Zouq, he follows the innovative tradition of Tassaduq Hussain Khalid, Noon Meem Rashid, Mira Ji, Mukhtar Siddique and Yousuf Zafar for the unique usage of literary concepts such as symbolism, naturalism, imagism, allusions, metaphors, and similes while dealing with the subjects of the traditional concept of love and other issues of humanity. His explicit usage of Urdu diction implies that he deliberately avoids borrowing words from Arabic, Persian and Hindi. His poetry showcases transnational issues of political and social exploitation, economic disorganization, colonial tactics of imperial powers, the struggles and differences of social classes, illiteracy, slavery, break up of social values that create problems for humanity on the individual level. The individual problems of life include absurdity, monotony, isolation, and nothingness. Thus, the existence of all these features of modern poetry in Nazar's works guides us to classify him as a pioneering poet of matchless genius with a novel urdu accent and diction.

Keywords: Halqa Arbab-e-Zouq, Qayoum Nazar, modern poetry, naturalism, symbolism, imagism,

حلقہ اربابِ ذوق کی تحریک نے اُردو کے ادبی منظر نامہ پر کئی اثرات مرتب کیے لیکن حلقہ کا سب سے نمایاں اثر نظم پر ہوا، جس میں نئے نئے تجربات کیے گئے جس سے اُردو نظم کو ایک نیا طرزِ احساس میسر آیا اور ساتھ ہی مغرب سے آنے والی نئی ہیئتوں کے تجربے بھی کیے جارہے تھے، جس سے جدید اُردو نظم میں نئے موضوعات کو پیش کیا جانے لگا۔ اس سے قبل اُردو نظم کا شاعر عام طور پر خارجی حقائق تک محدود تھا۔ اب حلقہ کی بدولت شاعری میں خارج اور باطن میں ایک ربط وجود میں آگیا۔ جس سے انگریزی نفسیات دان فرائڈ کی نفسیات کے زیرِ اثر آزاد "تلازمہ ٔخیال جیسی تکنیک اُردو شعراء نے بھی اپنائی، جس کے ذریعے ایک موضوع کو کسی سادہ ربط کی بجائے پیچیدہ اور علامتی انداز میں پیش کیا جانے لگا۔ اس کے برعکس ترقی پسند شعراء بھی اپنے انداز سے جدید طرزِ احساس کو عام کررہے تھے، وہ معاشرتی شعور پر زیادہ یقین رکھنے کے ساتھ ادب کو زندگی کا آئینہ بناناچاہتے تھے۔ جس سے ان کا اسلوب کبھی کبھی بہت زیادہ وضاحتی دکھائی دیتا ہے اور بعض نظموں میں کُھردری واقعیت دکھائی دیتی ہے لیکن بہتر ترقی پسند شعراء جمالیاتی احساس رکھنے کے ساتھ ہیئتوں کے تجربات بھی کررہے تھے۔ اسی دوران ۱۹۳۹ء میں دنیا دوسری عالمی جنگ کی لپیٹ میں آجاتی ہے جس کے اثرات برصغیر (ایشیائ) میں بھی محسوس کیے جانے لگے۔ اس جنگ کا اثر دنیا بھر کی اقتصادیات، سماجی زندگی اور اخلاقی قدروں پر ہوا۔ جس کے پس منظر سے افسردگی اور قنوطیت کا لاوا بھی نمودار ہوا۔ اسی طرح اس جنگ سے سامراجی اقوام کی قوت بھی کمزور ہوئی، جس سے یورپ کے دوسرے ملکوں کی طرح ایشیا اور افریقہ کے ممالک میں بھی آزادی کی تحریکیں زور پکڑ گئیں۔ جس کا اثر اُردو شاعری میں در آیا اور جدید اُردو نظم نئے موضوعات، نئی علامتوں اور نئی فکر سے آشنا ہوئی۔

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

جدید اُردو نظم میں، تصدیق حسین خالد، ن۔م راشد اور میر اجی کو نمائندہ شعراء سمجھا جاتا ہے۔ تصدق حسین خالد نے نظم میں تمثال فریں شاعر (Imagist poet) کے طور پر سامنے آتے ہیں، ن۔م راشد اُردو نظم میں نئی ہیئتوں، نئے سیاسی موضوعات اور فرنگی تسلط کے خلاف رد عمل، کرداری انداز اور جنس کے حوالے سے نیا رویہ و انداز کو پیش کیا۔ میر اجی روایت سے باغی، نئی ہیئتوں، ابہام اور ہندوستانی تہذیب سے محبت کے ساتھ مغربی ادب کے گہرے مطالعہ سے نئی علامتوں کے طور پر ہمارے سامنے آتے ہیں جو حلقہ اربابِ ذوق سے جُڑے ہونے کی وجہ سے حلقہ کے اہم شاعر سمجھے جاتے ہیں۔

حلقہ اربابِ ذوق کے شعراء میں میر اجی کے بعد جو شاعر سب سے زیادہ نمایاں ہوئے ان میں قیوم نظر، مختار صدیقی، یوسف ظفر اور ضیاء جالندھری شامل ہیں۔

"حلقہ کی تاریخ میں میر اجی، یوسف ظفر اور قیوم نظر حلقے کے بنیادی ستون تصور کیے جاتے تھے۔" (۱)

اِن شعراء نے حلقہ اربابِ ذوق کی نظم نگاری کی تحریک کو آگے بڑھانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ میر اجی کے ساتھ ساتھ ان کے اثرات بھی ایک پوری نسل پر دکھائی دیتے ہیں۔ قیوم نظر کا نام کسی اعتبار سے ضیاء جالندھری، مختار صدیقی اور یوسف ظفر سے بھی پہلے لیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جدید اُردو نظم پر قیوم نظر کے اسلوب اور موضوعات نے بے شمار اثرات مرتب کیے ہیں۔ قیوم نظر حلقہ اربابِ ذوق کے تنظیمی معاملات کے ساتھ حلقہ کے حوالے سے نظم نگاری کی تحریک کو مستحکم کرنے میں ان کی عملی کوششیں حلقہ کے دوسرے شعراء کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں۔ اگر یوں کہا جائے کہ جدید اُردو نظم کی تحریک کو فروغ دینے میں ن۔م راشد اور میر اجی کے بعد قیوم نظر کا نام سب سے نمایاں ہے تو بے جا نہ ہو گا۔

"وہ جدید نظم کے اُن پیش روئوں میں سے ہے جن کے نام خالد، راشد، فیض اور میر اجی کے ساتھ یا ان کے فوراً بعد لیا جا سکتا ہے۔" (۲)

جدید نظم گو شعراء کا تجزیہ کرتے وقت ایک بنیادی بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ غزل جیسی روایتی صنفِ سخن میں ہر شاعر روایت کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنی تخلیقی انفرادیت کا اظہار کرتا ہے جب کہ جدید نظم میں ہر شاعر کی اپنی ایک الگ دنیا ہے اور اس دنیا سے شناسائی کے لیے اس شاعر کے مخصوص اسلوب، شخصیت، ماحول، ادبی اثرات اور اس کی مخصوص علامتوں کا تجزیہ کرنا پڑتا ہے۔ اس حوالے سے قیوم نظر خود بھی کہتے ہیں:

"در حقیقت ہر نئے شاعر نے اپنی ایک دنیا الگ بنائی ہے جس میں اس کے اپنے ہی خیالات اعتقادات، محسوسات اور پھر ان میں ہر ایک کے اظہار کے عجیب و غریب استعاروں اور تشبیہوں کے جال بچھے ہیں۔ وہ اپنی اس دنیا میں مگن اور دوسرے کی دنیا سے بے نیاز ہے۔" (۳)

اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے جب قیوم نظر کی شاعری کا تجزیہ کیا جائے تو ہمیں یہ معلوم نہیں کہ شاعر کی افسردگی میں اس کی ذاتی حوادث کو کتنا دخل ہے لیکن ان کی نظروں میں کار فرما سماجی ماحول کو فوراً پہچانا جا سکتا ہے۔ دوسری جنگِ عظیم، عالمی سطح پر سیاسی، سماجی، معاشرتی، معاشی بدحالی، اقدار کی ٹوٹ پھوٹ اور شکست وریخت، فرد کے انفرادی تشخص کا بکھراؤ، زندگی کی میکانیت و لایعنیت، بے معنویت و یکسانیت، طبقاتی کش مکش، جہالت، مفلسی، غلامی، سامراجی طاقتوں کے استعماری حربے اور ہتھکنڈے، ماحول کی ناسازگاری اور بعض ادبی تصورات نے قیوم نظر کی شاعری کو ایک نیا لہجہ عطا کیا۔

قیوم نظر کی نظموں کے نمایاں رجحانات و موضوعات میں فطرت نگاری، اسلوب اور ہیئت کے روایتی سانچوں سے گریز نئے امکانات کی تلاش، اشاریت (سمبلزم) اور محاکات (Images) کا استعمال، تشبیہات اور استعاروں کا استعمال، مظاہر قدرت کا اظہار، جمالِ فطرت اور جمالیاتی عناصر کا اظہار، تصورِ عشق و محبت میں روایت کا تسلسل، رجائی نقطہ نظر، معاشرتی استحصال، ظلم اور استبداد سے نفرت، سامراجی تشدد سے نفرت، سماجی مسائل، سیاسی ناہمواریوں اور اخلاقی مجبوریوں کا اظہار، شام سے وابستہ تلازمات (افسردگی، وحشت اور خوف) کا اظہار، دو قومی نظریے کی جیت کی آواز، آزادی کی خوشی اور غلامی سے چھٹکارے کی آواز، بٹوارے، فرقہ ورانہ فسادات اور مظالم کا اظہار، فارسی، عربی اور ہندی سے گریز اور خالص اُردو اسلوب کی پیش کش، نظموں کی معنویت میں وسعت کی کوشش کے ساتھ ساتھ ایسے بے شمار رجحانات و موضوعات ان کی شاعری میں بکھرے پڑے ہیں اور ساتھ ہی زبان و بیان کی کئی ایسی خصوصیات ہیں جو انہیں دوسرے شعراء سے ممتاز کرتی ہیں۔

"قیوم نظر کی انفرادیت یہ ہے کہ انہوں نے ہر لحہ رنگ بدلتی دنیا کو اپنا موضوع بنایا اور ان کیفیتوں کو شعر کا پیکر عطا کیا جو کبھی نغمہ بن کر فضا کو مترنم کر دیتی ہیں اور کبھی کسک بن کر فضا کو سوگوار کر ڈالتی ہیں۔" (۴)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

فطرت سے محبت اور فطرت نگاری قیوم نظر کا پسندیدہ موضوع ہے کیونکہ شاعر کے جذبات میں توازن اور اعتدال پیدا کرنے میں فطرت کے ان مظاہر کا بڑا حصہ ہے۔ فطرت کی طرف قیوم نظر کا یہ رجحان ان کی داخلیت اور خارجیت میں بھی اعتدال اور توازن قائم کرتا ہے۔ کیونکہ اس کے لیے قیوم نظر کو اپنی ذات سے باہر نکل کر آنا پڑتا ہے حالانکہ ان کے ہاں داخلی کیفیات اور قلبی واردات کو زیادہ فراوانی و اہمیت حاصل ہے۔ لیکن فطرت کے ساتھ ان کی والہانہ وابستگی نے شاعری کی داخلیت کو خارجیت کے ساتھ ملا دیا ہے کیونکہ فطرت کے نظارے ان کی نظموں میں استعاروں کا درجہ رکھتے ہیں۔ وہ اپنے انفرادی جذبوں، کسی شعری کردار کی ظاہری و باطنی کیفیات اور ایک عام انسان کے جذبات کا اظہار فطرت کے پردے میں بھرپور انداز سے کرتے ہیں۔ شاعر کو جمالِ فطرت کا بھرپور احساس ہے اور یہ احساس ان کے دل کی گہرائیوں میں اترا ہوا ہے۔

"قیوم نظر کے ہاں احساسات کی راوانی ہے اس کے ہاں جب کوئی احساس، جذبہ یا خیال شعری تجربے کا روپ اختیار کرتا ہے تو اپنے اظہار کے لیے عموماً کسی خارجی منظر کا سیاق و سباق تلاش کرتا ہے۔" (۵)

قیوم نظر کی بیشتر نظموں کا یا تو آغاز فطرت کے استعاروں سے ہوتا ہے یا ایسے لگتا ہے کہ آگے چل کر فطرت ان میں سمو دی گئی ہے۔ شاعر کو نہ صرف محبوب کا عکس فطرت کے کسی منظر میں دکھائی دیتا ہے بلکہ وہ اپنا مدعا بھی فطرت کے پردے میں ہی بیان کرتے ہیں۔

تیرگی جیسے اُٹھی ___
دست و پایوں زیست کے آثار پھیلانے لگے
رات کی آنکھوں کے گوشے بھی نظر آنے لگے
راہ ناہموار، تنگ ___
جا رہا ہوں پھر اُسی کُہنہ سرائے ناز کو
چھیڑتا تھا میں کبھی جس کے سرود و ساز کو

(صبح کاذب / قلب و نظر کے سلسلے، ص:۲۰۴)

قیوم نظر کا مشاہدہ عمیق اور وسیع النظر ہے۔ وہ فطرت کے مظاہر کی طرح انسانوں کی عادات و خصائل کا مشاہدہ بڑی گہری نظر سے کرتے ہیں، پھر یہی انسانی کیفیات کے اظہار کے لیے فطرت کے استعارے ڈھونڈتے ہیں جو قیوم نظر کے وسیع النظر مشاہدہ کی وجہ ہے۔

یہ بھیانک، سیہ، گھنا جنگل
جس کی صورت سے خوف طاری ہے
کون جانے کھڑا ہے یوں کب سے
وقت پر اس کی عمر بھاری ہے

موٹے موٹے تنے درختوں کے
جھریاں چھال پر درشت و مہیب
گرتی گرتی جھکی جھکی شاخیں
اُبھری اُبھری جڑیں عجیب عجیب

سمٹے سمٹے سے زرد زرد پتے
ساتھ موسم کے آتے جاتے ہوئے
پھیلے پھیلے سے ہر طرف سائے

گھاس پر تیرگی بچھائے ہوئے

(بنی آدم / قلب و نظر کے سلسلے، ص:۵۷۲)

قیوم نظر کی یہ نظم "بنی آدم" ایک استعاراتی نظم ہے۔ شاعر نے بڑے خوبصورت انداز سے خوف، وقت، تنے، شاخیں، زرد روپتے، سائے، گھاس پر تیرگی، بھیانک، سیہ، جیسی جنگل کی جزئیات کو انسانی تقدیر کے ساتھ منسلک کر دیا ہے۔ قیوم نظر کی شاعری میں ہر طرف فطرت بکھری ہوئی نظر آتی ہے لیکن بڑے فنکارانہ انداز سے فطرت کے پس منظر میں اپنی داخلی کیفیات کو جابجا استعاروں کی صورت میں اظہار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں پر قاری حیرت اور تعجب میں ڈوب جاتا ہے کہ شاعر فطرت نگاری کو پیش کر رہا ہے یا اپنی داخلی کیفیات کو؟ جس طرح نظم "برسات کی رات" کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر اس نظم میں فطرت نگاری کے پس منظر میں ایک جوان حسینہ کے خط و خال اور کیفیات کی مظاہرِ فطرت کے ساتھ مطابقت پیدا کر رہا ہے جس سے اس کی ایک ایک ادا اور پہلو فطرت کے رنگ میں نکھر کر سامنے آجاتا ہے اور ایسے لگتا ہے کہ "برسات کی رات" ایک جوان حسینہ کی صورت میں مجسم کر دی گئی ہے۔

کالی کالی بہت ہی کالی

اے ربط مگر جواں حسینہ

کیا رکھتی ہے زیست کا قرینہ

ملنے لگے اس کے سرمگیں لب

دانتوں کی لکیر ہے درخشاں

یا روح بہار ہے پر افشاں

آئی ہے صدا وہ قہقہے کی

کانپ اُٹھی ہے کائنات ساری

ہے ذوقِ جنوں پہ وجد طاری

(برسات کی رات / قلب و نظر کے سلسلے، ص:۵۷۹)

قیوم نظر فطرت نگار شاعر ہے یا داخلی کیفیات کا، اس حوالے سے ڈاکٹر صدیق جاوید کی رائے سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

"قیوم نظر کا مقصود چونکہ منظر نگاری یا تصویر کشی نہیں، اس لیے وہ فطرت کی جزئیات میں کھو نہیں جاتا۔ وہ اختصار اور انتخاب کو کام میں لاتا ہے اور اچانک کسی نفسیاتی کیفیت یا فلسفیانہ حقیقت کی طرف یوں اشارہ کرتا ہے کہ ایسی حقیقت کے انکشاف کے ادراک پر مسرت زا استعجاب ہوتا ہے۔" (۶)

قیوم نظر کے بارے میں مندرجہ بالا رائے کسی حد تک ٹھیک ہو سکتی ہے لیکن مکمل طور پر فطرت نگار شاعر نہ ہونے پر یقین نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ قیوم نظر کو فطرت سے اس قدر لگاؤ ہے کہ اس نے بعض نظموں کے موضوعات و عنوانات بھی مظاہر فطرت پر رکھے ہیں۔ ساون، خزاں، صبح کاذب، شام، برف باری، برسات کے بادل، آندھی، حُسن، کوئل سے، بارش میں، جیسی نظمیں شاعر کے فطرت نگار ہونے کا ثبوت دیتی ہیں۔ اسی طرح، بے حس تماشائی، کل رات، واپسی، شب زندہ دار، ایک پل کے لیے، نئی تحریکیں، فطرت، اور، تابہ کے، جیسی نظموں میں شاعر کے احساسات، جذبات اور مظاہرِ فطرت ایک دوسرے سے جُڑے نظر آتے ہیں۔ فطرت نگار کے طور پر قیوم نظر ہمیں اپنی ہر نظم میں دکھائی دیتے ہیں اور مظاہر فطرت سے اپنا تعلق اس طرح بیان کرتے ہیں۔

یہ جہلم، یہ میرا دریا مُجھ کو ہنس ہنس تکتا ہے

اس کو مُجھ سے مُجھ کو اس سے کون جدا کر سکتا ہے

کتنا خوش ہوتا ہے دکھا کر مُجھ کو اپنی جوانی

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

جہلم کا بہتا پانی

(جہلم کا بہتا پانی / قلب و نظر کے سلسلے، ص:۷۰۶)

فطرت اور مظاہرِ فطرت قیوم نظر کی نظموں کا اہم ترین موضوع ہے جو کہ ان کی شاعری میں رچ بس گیا ہے۔

"قیوم نظر نے فطرت کو پیش کرتے وقت صرف مانوس اور پیش پا افتادہ مناظر ہی انتخاب نہیں کیے۔ وہ باغ و داغ سے نکل کر وسیع برف زاروں، عمیق و بسیط جھیلوں دیواروں کے گھنے جنگلوں، سنسناتی ہوئی سرد ہواؤں، مرغابیوں اور چھوں کی دنیا تک پہنچا ہے۔ اور اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ ان چیزوں کے ذریعہ اُس نے اُردو شاعری کو کنایوں اور استعاروں کے لیے نئی وسعتوں کی راتیں سجھائی ہیں۔" (۷)

قیوم نظر کا فطرت سے اس قدر لگاؤ اس کا ایک طرف تو فطری میلان ہے جو اسے مظاہرِ فطرت کی رنگا رنگ کرشموں کی طرف متوجہ کرتا ہے جب کہ دوسرا سبب یہ کہ ان کی مغربی ادب سے گہری دلچسپی تھی اور اپنی شاعری کے ابتدائی دور میں انگریزی کے رومانی شعراء کو پڑھا تھا۔

"پھر (میرا جی) کہنے لگے کون کون سے انگریز شاعر تم نے پڑھے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ براؤننگ، شیلے اور کیٹس کو مَیں نے پڑھا ہے۔ کہنے لگے رومینٹکس کے علاوہ کیا پڑھا ہے۔ مَیں نے کہا کچھ نہیں... پھر مَیں نے میرا جی کے ذریعے فرانسیسی شاعر "میلارمے" وغیرہ کو پڑھا تو ابہام کی اور جہتیں نظر آئیں جنہیں مَیں نے اپنی نظموں میں استعمال کیا۔ ابہام جذبے کو کم کر دیتا ہے... فطرت مجھے پسند ہے۔ یہ پیڑ، درخت میرے محبوب ہیں لیکن "ورڈز ورتھ" کو اکثر پڑھتا تھا۔ ۱۹۵۶ء میں جب انگلستان گیا تو مَیں نے وہ سارا علاقہ دیکھا جن کے بارے میں "ورڈز ورتھ" نے شاعری کی۔ مجھے ان میں خاصی دلچسپی نظر آئی... میری شاعری میں جو پرندے پیڑ نظر آتے ہیں ان قدرتی چیزوں کی صرف ظاہر ہی نہیں ہیں باطن بھی ہیں اور مَیں ان کے اندر جھانکنے کی کوشش کرتا ہوں۔" (۸)

قیوم نظر کی نظموں میں مظاہرِ فطرت اور فطرت سے بے حد لگاؤ کے ساتھ ساتھ شام سے وابستہ تلازمات مثلاً افسردگی، وحشت، تنہائی، خوف اور دکھ بھی دکھائی دیتے ہیں اور ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ان کا دل بجھا ہوا ہے اور یہی ان کا دردِ غم ہے۔ وہ تنہائی کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور شام کی تاریکی میں سکون محسوس کرتے ہیں۔ جب کہ روشنی اُسے بے آرام کر دیتی ہے اور ایک مسلسل بے یقینی کی کیفیت و علامت ہے اور ایک ایسی گہری تنہائی ہے جس میں وہ اپنی ذات سے بھی خوفزدہ نظر آتا ہے۔ گویا شاعر خود کے سائے سے ڈرنے لگتا ہے جو کہ ایک گہری نفسیاتی کیفیت ہے جو شاعر کو افسردگی، خوف، تنہائی اور دکھ میں مبتلا کر دیتی ہے۔ قیوم نظر کی بہت سی ایسی نظمیں ہیں جن کا آغاز تو مظاہرِ فطرت کے خوبصورت نظاروں سے ہوتا ہے لیکن بعد میں وہ افسردگی غم، دکھ، تنہائی اور خوف کی آغوش میں چلی جاتی ہیں۔ کیونکہ ان کے خیال میں سکون اور سُکھ کے لمحے مختصر اور افسردگی، دکھ اور غم کے لمحات طویل ہوتے ہیں۔ ان کی، انجام، الجھن، شام، زندگی، بے حس تماشائی، بے بسی، محرومی، واپسی، تھکن، جیسی نظموں میں یہ ڈرامائی کش مکش دکھائی دیتی ہے۔

رات کی نیلی سیاہی لے چکی ہے اپنے دامن میں سُنہری شام کو
حُسن کی تاریک رعنائی کی دُنیا پر ہے رنگِ بے دلی چھایا ہُوا
نیم جاں ذروں کی مبہم گردشوں پر نغمہ خاموش لہرایا ہُوا

(تھکن / قلب و نظر کے سلسلے، ص:۵۸۱)

یہ کش مکش
یہ روشنی کی زندگی
یہ تیرگی کی دل کشی
کیا اِک پریشاں خواب ہی بن جائیں گے یہ دن یہ رات
جانے کہاں ہے کائنات

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

(الجھن / قلب و نظر کے سلسلے، ص:۶۲۱)

قیوم نظر ایک حساس شاعر ہیں، دروں بینی ان کی فطرت میں شامل ہے۔ وہ محرکات جو انہیں غم زدہ اور خوف زدہ کر دیتے ہیں ان میں شاعر کے بعض تصورات کو بڑا دخل ہے جن میں کائنات، زندگی، حسن و عشق، ماضی کے تصورات اور معاشرتی جبر کے تصورات شامل ہیں۔

"ان نظموں میں افسردہ دلی اور غم کی ایک برقی رو دوڑتی چلی گئی ہے جو اس بات پر دال ہے کہ شاعر اپنے ماحول اور زندگی سے احساسی اور جذباتی طور پر منسلک ہے اور اس نے زمانے کے وار کو اپنے دل کی ڈھال پر روکا ہے۔ زمانے، ماحول اور زندگی کے ان چرکوں میں کچھ ایسے ہیں جن کا تعلق شاعر کی شخصی زندگی سے ہے اور کچھ ایسے ہیں جو وقت کی ناسازگاری کی پیداوار ہیں لیکن جنہیں شاعر کی حساس طبیعت اور نازک طبع نے آنِ واحد میں محسوس کر لیا ہے۔" (۹)

قیوم نظر کے اُداس اور غم زدہ ہونے کا ایک محرک عشق اور ماضی کی یاد ہے۔ ان کی شاعری میں یہ عشق ناکام دکھائی دیتا ہے۔ شاعر محبوب کی بے نیازی پر احتجاج کرتا ہے لیکن محبوب اس پر کوئی توجہ نہیں دیتا اور اس کی لاپرواہی مسلسل جاری رہتی ہے۔ اس عشق کا اختتام محرومی پر ہوتا ہے اور محبوب سے بچھڑنے کے بعد ان کے دل میں ناکامی کی خلش باقی رہتی ہے۔ جب وہ کسی خوبصورت منظر یا موسم کو دیکھتا ہے تو اسے اپنا محبت میں ناکامی کا ماضی یاد آتا ہے جس سے شاعر اُداس اور غم زدہ ہو جاتا ہے۔

کبھی اس ہوا میں سُرور تھا جو نظر بچا کے گزر گئی

گلِ نو دمیدہ کو چھیڑ کر جو چمن میں پل کر سنور گئی

جو روش روش پہ بکھر گئی کبھی اس ہوا میں بھی سرور تھا

یہ درخت اب جو درخت کبھی اک طلسم جمال تھے

کبھی ان کے پتوں کی لرزشوں میں سکوں نصیب خیال تھے

کبھی ان کے سائے میں بیٹھ کر میں زمیں کے حال سے دور تھا

(یہ ہوا / قلب و نظر کے سلسلے، ص:۷۳۵)

اس عشق میں ناکامی کی صورتِ حال قیوم نظر کی بیشتر نظموں میں نظر آتی ہے جن میں، تہمت، سرِ کوہ، عورت، خوب کار، رات بھر، المیہ، جیسی نظمیں شامل ہیں۔

"اس کی نظموں کے تاروپود میں ایک قسم کے انفعالی عشق کا تاثر ملتا ہے جیسے اس کی راہ میں حُسن و عشق کے کچھ مواقع آئے تھے جنھیں اُس نے اپنے جبلی زہد اور ذمہ داری کے احساس کے باعث ضائع کر دیا۔ اب ان کی یاد حسرت بن کر اسے آدبوچتی ہے۔" (۱۰)

قیوم نظر کی شاعری میں حقیقت نگاری کے دو پہلو نظر آتے ہیں ایک پہلو یہ کہ ترقی پسند تحریک سے اگرچہ قیوم نظر کا باقاعدہ کوئی تعلق نہ تھا چونکہ یہ تحریک ایک زوردار تحریک تھی اس لیے کوئی ادیب اور شاعر اس کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا۔ قیوم نظر بھی اپنی نظموں میں ترقی پسند شعراء کی طرح حقیقت نگاری کو بیان کرتے ہیں جس وجہ سے وہ نہ صرف ایک حقیقت نگار کے طور پر ابھرے بلکہ موضوعات کے اعتبار سے بھی ترقی پسند شعراء کے قریب دکھائی دیتے ہیں اور عشقیہ موضوع کے حوالے سے جنسی پہلو بھی ان کی بعض نظموں، تلون، الجھن، عشق گریزاں، حسن آوارہ، عورت، رات بھر اور داشتہ، میں بہت واضح ہے۔

جس نے وا کی مُجھ پہ چشمِ التفات

مُجھ کو سمجھا اپنی ساری کائنات

ہر تلخ رات

دیکھتا ہوں پھر نجوم خوش خرام

جانے کب تک لے گا مجھ سے انتقام

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

یہ حُسنِ بام

(داشتہ / قلب و نظر کے سلسلے، ص:۶۲۴)

حقیقت نگاری کے حوالے سے دوسرا پہلو قیوم نظر کا طبقاتی شعور ہے۔ امیر اور غریب کے درمیان جو وسیع خلیج ہے وہ اس سے لا علم نہیں ہے۔ جب وہ ظالم کے مقابلے میں مظلوم کو دیکھتے ہیں ان کے ذہن میں ایک لاوا ابلنے لگتا ہے اور ان کے دل میں ظالم سے مخالفت اور مظلوم سے محبت اور ہمدردی کے جذبات شدت اختیار کر جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہر ایک انسان کو خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں اور دولت کی اس غیر مساویانہ تقسیم کے شدید مخالف ہیں جو امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر بنا دیتی ہے۔

نُورا اِک مزدور
جینے پر مجبور
مَوت سے ڈر نہ سکا
لیکن اُس کا حال
صدیوں کُہنہ کدال
بہتر کر نہ سکا
اُس کی اُڑتی خاک
آج بھی ہے بے باک
نُورا مر نہ سکا

(ایک کتبہ / قلب و نظر کے سلسلے، ص:۷۳۷)

قیوم نظر نے طبقاتی شعور کے تناظر میں بہت سی نظمیں لکھیں ہیں جن میں تصادم، تعمیر نو، دوسرا پہلو، شامل ہیں۔

"قیوم نظر اپنی بیشتر نظموں میں ایک انسان دوست اور ہر نوع کے ظلم، استحصال اور استبداد کا دشمن دکھائی دیتا ہے۔" (۱۱)

مسلمانوں کی جدوجہدِ آزادی ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند اور اس کے نتیجے میں شروع ہونے والے فسادات کے حوالے سے قیوم نظر کی نظمیں خاصی اہمیت کی حامل ہیں۔ شاعر کو گہرا معاشرتی شعور ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۹۴۷ء سے قبل کی شاعری میں وہ انقلاب اور بغاوت کے داعی کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ ان کی نظموں میں مسلمانوں سے ہمدردی کے جذبات، آزادی کی تڑپ، انقلاب اور بغاوت کا پیغام، بلکہ بعض نظموں میں علامتی یا کنایاتی انداز کی بجائے براہ راست انقلاب اور بغاوت کو اپنی نظموں کا موضوع سخن بنایا ہے۔

"تقسیمِ ملک کے واقعات اگرچہ اندوناک تھے مگر تقسیمِ ملک سے پیدا شدہ صورتِ حال خصوصاً فسادات، انسان کی وحشیانہ حرکات اور آدمیت کی تذلیل، اُردو اَدب میں گراں قدر شعر و افسانہ کی تخلیق کا محرک ثابت ہوئیں۔ قیوم نظر نے بھی اس سیاسی انقلاب اور ملکی بٹوارے کو اپنا موضوع بنایا۔" (۱۲)

قیوم نظر کی نظم "ساقی نامہ" اس جدوجہدِ آزادی، انقلاب اور بغاوت کا منظر، سیاسی تبدیلی، دو قومی نظریہ کی جیت، فرقہ وارانہ فسادات میں ڈھائے جانے والے مظالم اور بنتِ حوا کی عصمت دری و آبروریزی، ظلم و تشدد، خون کی ہولی جیسے دردناک اور المناک واقعات کی عکاسی کی ہے۔

زمانے نے لی ایک کروٹ نئی

زمیں دیکھتے دیکھتے بٹ گئی
جہاں اِک طرف آسماں اِک طرف

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

قفس اِک طرف آشیاں اِک طرف
ہوئے ایسے شیخ و برہمن الگ

رہے جیسے سرسوں سے ساون الگ
نئے سے نئے ظلم ڈھائے گئے

قیامت کے جادو جگائے گئے
مٹے تھے نہ صدیوں سے جو مٹ گئے

تونگر، قلندر، سبھی پِٹ گئے
لُٹی جتنی ممکن تھی دولت لُٹی

اگر رہ گئی تھی تو عزت لُٹی
جواں تھی جو حوّا کی بیٹی گئی

جہنم میں جنت لپیٹی گئی
بھری مسجدوں میں مجیرے بجے

شوالوں میں دلدل طغرے سجے
حرم بت کدہ دیر کعبہ نما

مؤذن کہیں مرغ قبلہ نما
(ساقی نامہ / قلب و نظر کے سلسلے، ص:۶۹۹)

اسی نظم "ساقی نامہ" کے اگلے بند میں شاعر جدوجہدِ آزادی کی برکات اور قیامِ پاکستان پر بڑی خوش دلی سے اپنے جذبوں کا اظہار کرتا ہے۔

عجب تازگی چارسُو جی اُٹھی

دلِ مُردہ کی آرزو جی اُٹھی
نکھر آیا کیا عالمِ رنگ و بُو

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

چمن موجِ گُل ہے اُفق سرخرُو
اُجالے نے یُوں تیرگی مات کی

طبیعت دگر گوں ہوئی رات کی
سحر کے تقاضے مچلنے لگے

اُمنگوں کے سانچوں میں ڈھلنے لگے
(ساقی نامہ / قلب و نظر کے سلسلے، ص:۲۰۷)

قیوم نظر کی یہ نظم جدوجہدِ آزادی سے لے کر تمام واقعاتِ فسادات، ظلم و ستم کی عکاسی کرتی ہے، بلکہ قیامِ پاکستان کے بعد شاعر برصغیر کے مسلمانوں کی کامیابی و آزادی حاصل کرنے پر مبارک باد بھی دیتا ہے جو ایک معنی خیز انداز سے خوشی میں ڈھل جاتی ہے۔

قیوم نظر اپنے عہد کے رمز شناس شاعر تھے وہ نہ صرف ملکی (برصغیر) کے بلکہ بین الاقوامی حالات سے بھی واقف تھے اور خاص طور پر دوسری جنگ عظیم (۱۹۳۹۔۴۵) کی تباہ کاریوں، عالمی سطح پر سیاسی، سماجی، معاشرتی اور معاشی بدحالی، اقدار کی ٹوٹ پھوٹ اور شکست ریخت، فرد کے انفرادی تشخص کا بکھراؤ، طبقاتی کش مکش، غلامی سامراجی طاقتوں کے حربے اور ہتھکنڈوں کا اظہار اپنی نظموں میں براہ راست تو نہیں کیا لیکن اشاراتی اور استعاراتی انداز میں عالمی جنگوں اور ان کے نتیجے میں ہونے والی ہولناکیوں کو بیان کیا ہے۔ اس حوالے سے ان کی 'جنگ'، 'شبِ خون' اور 'جوانی' جیسی نظموں کو اگر ان جنگوں کے پس منظر میں رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قیوم نظر نے دوسری عالمی جنگِ عظیم کے بہت اثرات قبول کیے ہیں۔

"قندیل کی بیشتر نظمیں چونکہ دوسری جنگِ عظیم کی پیداوار ہیں لہٰذا شاعر کی فطری اُداسی، جنگ کی ہولناک اور کرب انگیز کیفیات سے بھی ہم آہنگ ہے۔ ان نظموں میں جنگ کی ہولناکیوں اور تباہیوں سے پیدا ہونے والی اجتماعی اُداسی کسی شخصی نقصان کے احساس سے لبریز دکھائی دیتی ہے اور یہی ان نظموں کی اہم ترین خصوصیت ہے۔"(۱۳)

چمکی خون آشام سیاہی
چیخیں، آہیں، ہچکیاں، نالے
دہشت سے لپٹی ہے تباہی
راکھ کے ہر سُو ڈھیر کھڑے ہیں
زندہ مردے جن میں گڑے ہیں
....
وحشی گھوڑے مگر ہیں فسانے
وقت نے جن سے تراش لیے ہیں
اُلٹے سیدھے لاکھ بہانے
خواہش سیم و زر بھی نہیں ہے
فاقہ کشی کا ڈر بھی نہیں ہے
اسکندر، چنگیز، ہلاکو

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

یکساں تھا ان سب کا نظر میں
چشمہ حیوان، چشمہ باکو
اب بھی وہی ہے فطرتِ آدم
بربادی میں ہے عظمتِ آدم

(شب خُون / قلب و نظر کے سلسلے، ص:۶۰۶)

دنیا کا ہر فرد اپنے ملک، دھرتی اور مٹی سے محبت کرتا ہے اور اس کا اظہار بھی کسی نہ کسی انداز سے کرتا ہے۔ قیوم نظر بھی وطن پاکستان سے والہانہ محبت کرتے ہیں جس کا اظہار انہوں نے اپنی نظموں میں جابجا کیا ہے۔ ان کی نظموں کے مجموعے "زندہ ہے لاہور" میں قومی اور ملی طرز کی نظمیں ہیں جو انہوں نے قیام پاکستان کی خوشی، ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں کے دوران پاکستانی جوانوں کی ہمت اور حوصلے بڑھانے کے لیے لکھیں اور سب سے بڑھ کر "وادی کشمیر" سے والہانہ محبت کا اظہار جس انداز سے کیا ہے وہ منفرد ہے۔ کیونکہ قیوم نظر خود بھی "کشمیری النسل" تھے اور بھارت کے ناجائز قبضہ اور کشمیریوں پر ڈھائے جانے والے ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ جنت نما وادیِ کشمیر کی خوبصورتی کا ذکر بھی ان کی شاعری میں جھلکتا ہے۔ ان کا اندازِ بیان سادہ اور فنی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس موضوع پر لکھی نظموں "زندہ ہے لاہور" لاہور ہے پاکستان کا دل "پرچم پاک"، "ستارہ ہلال کے محافظ"، "واہگہ کی سرحد پر"، "یہ پاک فوج"، "وطن پہ قربان جان ہماری"، "سری نگر"، "سری نگر کی بیٹیاں"، "وادیِ کشمیر"، "تعمیرِ نو"، "حبِ وطن"، "ہم وطن کے پاسباں"، "سقوطِ ڈھاکہ"، "افواجِ پاکستان"، "جنگی قیدیوں کی آمد"، "۲۳مارچ ۱۹۴۰ئ" اور "لہو لاہور کا" میں وطن سے محبت کا کھلا اظہار ملتا ہے۔

زندہ ہے لاہور پائندہ ہے لاہور
حق گوئوں کا آزادوں کا فرزانوں کا شہر
اپنی آن پہ مٹنے والے دیوانوں کا شہر
انسان کا غم کھانے والے انسانوں کا شہر
زندہ ہے لاہور

شوقِ شہادت کے جذبے کے بل پر بڑھنے والا
سینۂ کُفر پہ چڑھ کر حق کا کلمہ پڑھنے والا
حق کے لیے جاں دینے والے پروانوں کا شہر
زندہ ہے لاہور

(زندہ ہے لاہور / قلب و نظر کے سلسلے، ص:۸۴۳)

آج پھر وادیِ کشمیر ترے کوہ و دمن
اپنی صد گونہ بہاروں کی روایات لیے
مجھے دیوانہ بنا دینے کو یاد آتے ہیں

(وادیٔ کشمیر / قلب و نظر کے سلسلے، ص:۶۹۲)

"جب ستمبر ۱۹۶۵ء میں پاکستان کی سالمیت کو خطرہ لاحق ہوا تو ہر سچے پاکستانی کی طرح وہ بھی رزمِ حق و باطل میں حصہ لینے کے لیے تیار تھا۔ جب قوموں کو حیات اور بقاء کا مسئلہ درپیش ہو تو پتہ ہے کہ اَدب کے جمالیاتی نظریے اور اسی قبیل کے دوسرے مباحث کتنے بے معنی ہیں۔ ہر محاذ پر

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

پاکستان کے جیالے بے مثال حب الوطنی اور جان نثاری کی شہادت تاریخ اوراق پر اپنے خون سے رقم کر رہے تھے۔ ایسے میں قیوم نظر کی ارضِ پاک سے محبت ترانوں میں ڈھل گئی اس کے مجموعہ "زندہ ہے لاہور" سے اس جذبہ حب وطن کی بیداری اور سرشاری کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔"(۱۴)

قیوم نظر وسیع النظر اور گہرے مشاہدہ رکھنے والے شاعر ہیں کیونکہ جب وہ دوسرے مختلف ممالک جاتے ہیں تو وہاں عظمتِ رفتہ جو مسلمانوں کے عظیم کارناموں سے ماضی کے اوراق میں دفن ہے اور جب کوئی حساس دل رکھنے والا شاعر ان عظیم کارناموں کا نظارہ کرتا ہے تو اس کا اظہار ضرور کرتا ہے۔ قیوم نظر کی "سرزمینِ اندلس"، "تفاخر"، "نیادور"، "قرطبہ کاپل" اور "کبھی ہسپانیہ میں"، "اندلس میں" جیسی نظمیں مسلمانوں کی شان و شوکت کا اظہار ہیں۔

اپنی پتھرائی آنکھوں سے تجھ کو تکتے
کون گنے اب کتنے خوں شام زمانے،
کتنی بہاریں لاتی صدیاں، بیت چکی ہیں،
کون سُنے دریائے کبیر اب تیرے فسانے

(قرطبہ کاپُل / قلب و نظر کے سلسلے، ص:۸۰۱)

علامتوں کا استعمال جدید اُردو شاعری خاص طور پر جدید اُردو نظم کا بنیادی جزو سمجھا جاتا ہے۔ قیوم نظر نے بھی تشبیہات و استعاروں کے ساتھ ساتھ علامتوں کو بھی اپنی نظموں میں استعمال کیا ہے۔ علامت نگاری ایک فن ہے اور کوئی ماہر شاعر ہی علامتوں کا استعمال بہتر انداز سے کر سکتا ہے۔ علامتوں کا استعمال مخصوص حالات وواقعات کے تناظر میں عموماً کیا جاتا ہے۔ جب کبھی کوئی اشارے و کنایوں سے بات کرنی ہو یا پھر کسی آمریت کے دور میں شاعروں اور ادیبوں کے لبوں کو سی دیا جاتا ہے اور سیاسی حقیقت کے بیان کرنے اور سچ لکھنے پر سزائیں دی جائیں۔ اس وقت ادیب اور شاعر اس فضا اور شخصیت کی خصوصیات کسی جانور، پرندے یا چیزوں میں تلاش کرتے ہیں۔ جس وجہ سے انہیں علامتوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ قیوم نظر کی نظموں میں زیادہ تر علامتیں استعمال ہوئی ہیں۔ جب برصغیر پر برطانوی سامراج کی حکمرانی تھی جس میں محکوم پر ظلم و تشدد کو روا سمجھا جاتا تھا۔ اس وقت کسی فرد کو اس وقت کے حکمرانوں کے خلاف کوئی بات کہنے کی اجازت نہیں تھی ایسا کرنے والے کو سخت سے سخت سزا دی جاتی تھی۔ چنانچہ قیوم نظر کی "بے بسی"، "اپنی کہانی"، "حُسن آوارہ"، "زندگی"، "خلشِ تاثر" جیسی نظمیں علامتی انداز کی ہیں۔

ہر نفس میں ہو نغمۂ ناہید
خاک پا ہو میری بہار بدوش
یہ سماں جاوداں رہے اور مَیں
دلِ ناکام کی تن آسانی
خندہ زن ہے مرے ارادوں پر
ورنہ دریائے غم بہے اور مَیں؟

(بے بسی / قلب و نظر کے سلسلے، ص:۶۱۱)

قیوم نظر نے علامتوں کو بڑے خوبصورت انداز سے استعمال کیا ہے۔ مجموعہ "قندیل" کی زیادہ تر نظمیں علامتی انداز کی ہیں۔

"لیکن سر دلوہے کی سلاخوں کو توڑنے اور گراں دیواروں کو گرانے کی نوبت کبھی نہیں آتی۔ وجہ وہی تن آسانی یا شاید شاعر کا وہ مخصوص نقطہ نظر جس کے تحت وہ زندگی، ماحول اور کائنات کو محض اُداس اُداس نظروں سے دیکھتے چلے جانے پر ہی اکتفا کرتا ہے۔ بہر حال "قندیل" میں اُبھرنے والی یہ علامتیں اس لحاظ سے کار آمد ہیں کہ ان سے شاعر کے مخصوص ردِ عمل کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔" (۱۵)

شاعری میں کرداری نگاری ایک اہم عنصر ہے کرداروں کے ذریعے بہت سے مفاہیم کا اظہار کیا جاتا ہے۔ قیوم نظر کی نظموں میں بعض کردار بھی دکھائی دیتے ہیں۔ ن۔م راشد کے ہاں بھی کرداری نظمیں ملتی ہیں اور ناصر کاظمی کی غزلوں میں بھی یہ کردار ایک سایہ کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ اسی طرح قیوم نظر کی بعض نظموں میں بھی

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ایک سایہ، ایک آدمی چلتا پھرتا آوارہ گردی کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن قیوم نظر کا یہ کردار ناصر کاظمی کے کردار سے مختلف ہے۔ کیونکہ یہ سایہ ان کی نظموں میں محض ایک ہیولا نہیں بلکہ ایک کردار ہے جو بعض نظموں میں یہ کردار ایک نام کی صورت میں بھی سامنے آتا ہے جو کہیں مظلوم ہے، کہیں ظالم سے، کہیں مالدار ہے، کہیں مزدور ہے، کہیں حکمران ہے، کہیں محکوم ہے اور کہیں محض ایک سایہ یا بے نام شخص ہے۔

قمقمہ بجلی کا روشن تھا__بجھا ہے کیوں کر__
چاند بھی نکلا نہیں__ابر__ہَوا کا طوفاں
سرد بستر ہے__کھلے روشنداں
شور__دروازے پہ دستک سی ہوئی تھی__باتیں
جیسے دربان کی آواز تھی کھوئی کھوئی
مُجھ سے ملنے کا تھا خواہاں کوئی
ایک سایہ__کسی مانوس حسیں پیکر کا
جس کے دامن میں کئی ایسے ہی سائے لرزاں
رات کے سینے پہ جس طرح دُھواں

(خوابِ گراں / قلب و نظر کے سلسلے، ص:۵۹۲)

ابھی رہگزر پہ تھا خندہ زن، ابھی صحنِ باغ میں کھو گیا
ابھی بوئے گُل سے الجھ رہا تھا کہ یادِ حُسن ستا گئی
ابھی کہکشاں کے سرور میں تھا کچھ ایسے محو کہ سُو گیا

وہ اب اُس کے دامِ خیال میں چلی آ رہی ہے کلی کلی
وہ اب اُس نے سوچا ہے زندگی کا طلسم ٹوٹ ہی جائے گا
وہ اب اُس کو جیسے گماں ہُوا کہ وہ پھر رہا ہے گلی گلی

وہی ایک تان کہ جس سے اُس کے جنوں کی بات نکل گئی
وہ یہاں بھی ہے وہ وہاں بھی ہے وہ کہاں نہیں یہ عجیب ہے
کبھی اُس کی ذات بدل گئی کبھی کائنات بدل گئی

(آوارہ / قلب و نظر کے سلسلے، ص:۷۲۱)

اس نظم میں قیوم نظر کا یہ عالم گیر کردار ہے لیکن ن۔م راشد کی کرداری نظموں کی طرح قیوم نظر کی نظمیں خالص کرداری نہیں ہیں بلکہ کردار کے ذریعے سے اپنی وہ بات کہہ جاتے ہیں جو وہ کہنا چاہتا ہے جو کہ قیوم نظر کے اسلوب کا عمدہ اور خاص انداز ہے۔ قیوم نظر کی نظموں میں بے شمار نئے نئے موضوعات مل جاتے ہیں جن کی وضاحت اور تجزیہ کے لیے وسیع مشاہدہ و مطالعہ کی ضرورت ہے۔ جدید اردو نظم کی تحریک جو "حلقہ اربابِ ذوق" تحریک کے حوالے سے ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۷ء تک اپنے عروج پر رہی، قیوم نظر نے اس تحریک میں اہم کردار ادا کیا، کیونکہ وہ اپنے منفرد شعری اسلوب اور موضوعات کے باعث جدید اُردو نظم کے بڑے بڑے شاعروں میں شمار کیے جاتے ہیں اور شاید جدید اُردو نظم کے حوالے سے کوئی تحقیق قیوم نظر کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔

Vol.4 No.2 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

حوالہ جات

۱۔ تصدق حسین راجا،ڈاکٹر،"یوسف ظفر: شخصیت اور فن"، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد۲۰۰۶ء، ص:۳۳

۲۔ قیوم نظر، "قلب و نظر کے سلسلے"(کتاب اور صاحبِ کتاب از ریاض احمد)، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور،۱۹۸۷ء، ص:۹۷۴

۳۔ قیوم نظر، (بحوالہ)وزیر آغا،ڈاکٹر، "نظمِ جدید کی کروٹیں"، سنگت پبلشرز، لاہور،۲۰۰۷ء، ص:۱۳۳

۴۔ انور سدید،ڈاکٹر،"اُردو اَدب کی تحریکیں"، انجمن ترقی اُردو، کراچی، ۲۰۱۸ء، ص:۵۲۴

۵۔ صدیق جاوید،ڈاکٹر،"مطالعے چند"، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، لاہور،۲۰۰۶ء، ص:۱۳۸

۶۔ ایضاً، ص:۱۳۸

۷۔ ریاض احمد، "قیوم نظر"(ایک تنقیدی مطالعہ)، اردو بک سٹال، لاہور، س ن، ص:۷۹

۸۔ قیوم نظر سے ایک ملاقات از نعیم صدیقی، ماہنامہ، "سیارہ"، لاہور،۱۹۸۷ء، ص:۲۲۶

۹۔ وزیر آغا،ڈاکٹر، "نظم جدید کی کروٹیں"، سنگت پبلشرز، لاہور،۲۰۰۷ء، ص:۱۳۳

۱۰۔ ریاض احمد، "قیوم نظر"(ایک تنقیدی مطالعہ)، ص:۲۲۳

۱۱۔ صدیق جاوید،ڈاکٹر، "مطالعے چند"، ص:۱۵۱

۱۲۔ ایضاً، ص:۱۴۷

۱۳۔ وزیر آغا،ڈاکٹر، "نظم جدید کی کروٹیں"، ص:۱۴۱

۱۴۔ صدیق جاوید،ڈاکٹر، "مطالعے چند"، ص:۱۴۹

۱۵۔ وزیر آغا،ڈاکٹر، "نظم جدید کی کروٹیں"، ص:۱۳۷